۶۳

نہرو رپورٹ کے خلاف جلسے کئے جائیں

(فرمودہ ۵ / اکتوبر ۱۹۲۸ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو ہمارا سلسلہ ایک مذہبی سلسلہ ہے اور زیادہ تر ہمارے معاملات مذہب سے وابستہ ہیں اور مذہب کی اشاعت اور ترقی ہمارے سلسلہ کی بنیاد اور قیام کی اصل وجہ ہے لیکن بعض معاملات ایسے ہوتے ہیں کہ گو وہ دنیوی ہوتے ہیں لیکن ان کا اثر دین پر بھی پڑتا ہے اور ان کے درست طور پر وقوع پذیر ہونے کا نتیجہ دین کے لئے مفید اور غلط طور پر ہونے کا نتیجہ دین کے لئے مضر ہوتا ہے۔ پس باوجود اس کے کہ کوئی قوم جو خالص طور پر دین کے لئے وقف ہو اسے اپنے کام کے ضمن میں اور اس کی رعایت کے لئے بعض دنیوی امور کی طرف بھی متوجہ ہونا پڑتا ہے۔ اسلام دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے کلی طور پر انقطاع کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ دنیا کو بھی مذہب کی سیڑھی قرار دیتا ہے۔

دنیا میں تین قسم کے مذہب پائے جاتے ہیں۔ بعض تو ایسے ہیں جو کہتے ہیں یہ دنیا ہی دین ہے۔ بعض دنیا کو دین سے بالکل ایک علیحدہ چیز قرار دیتے ہیں اور ان کا عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص دنیا کی طرف متوجہ ہو تو اسے دین سے محروم رہنا پڑے گا۔ مگر اسلام ان دونوں کا مخالف ہے وہ نہ تو دنیا کو دین قرار دیتا ہے اور نہ دنیا کو دین کے مخالف سمجھتا ہے بلکہ وہ یہ کہتا ہے کہ دنیوی زندگی دینی زندگی کے لئے بطور زینہ ہے۔ دنیوی بہتری و درستی کا تعلق دین سے نہایت ہی گہرا ہے۔ گو وہ دین نہیں جس طرح زینہ چھت نہیں مگر اس کے بغیر چھت پر پہنچنا بھی ناممکن ہے اسی طرح دنیوی زندگی دینی زندگی کے لئے بطور ایک زینہ کے ہے۔ انسان کی اخلاقی حالت اس سے درست ہوتی ہے۔ جس طرح روح کی نشوونما اور ترقی کے لئے جسم کی ضرورت ہوتی

ہے اسی طرح مذہب بھی دنیا سے نشوونما پاتا ہے۔ پس ایک حد تک دنیوی امور کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہوتا ہے۔ جس طرح وہ شخص نادان ہے جو زینہ پر ہی بیٹھا رہے اور چھت پر نہ چڑھے اسی طرح وہ بھی نادان ہے جو زینہ چھوڑ دے اور دیوار پھاند کر چھت پر جانے کی کوشش کرے۔ بعض حالتوں میں زینہ سے کام لینا ضروری ہوتا ہے اگر اسے بالکل چھوڑ دیا جائے تو انسان کامیابی سے محروم رہ جاتا ہے اسی طرح اگر کوئی اسی کا ہو رہے تب بھی وہ اصل مقصد سے محروم رہتا ہے۔ یہی حال دنیا کا ہے اگر کوئی اسے بالکل چھوڑ دے تو وہ بھی دین کے پانے سے محروم رہے گا اور اگر کوئی بالکل ہی دنیا کا ہو رہے تو وہ بھی محروم رہے گا۔ اسلام نے روح اور جسم دونوں کے لئے عبادت مقرر کی ہے۔ نماز روح اور جسم دونوں کیلئے عبادت ہے۔ انسانی جسم کیا ہے؟ یہ دنیا کا نمونہ ہے اسے عالم صغیر کہتے ہیں کیونکہ اس کی بناوٹ ان ساری قوتوں پر حاوی ہے جن سے عالم بنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے عبادت میں جسم کو بھی شامل کیا ہے۔ اگر نماز بغیر جسم کے نہیں ہو سکتی تو مذہب بغیر دنیوی معاملات کے کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اگر دنیا کے بغیر مذہب قائم کیا جا سکے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ دل میں ہی اللہ اللہ کر لینا فرض نماز سے سبکدوش کر دیتا ہے اور ظاہرا نماز کی کوئی ضرورت نہیں مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ پس دنیا کا ایک حد تک خیال رکھنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ اس کا اثر دین پر بھی پڑتا ہے کیونکہ جسم اور روح کی طرح دونوں کا آپس میں نہایت گہرا تعلق ہے۔ اگر انسان کے سر میں شدید درد ہو تو نماز میں بھی پوری توجہ نہیں ہو سکتی اور شدید تکلیف کے وقت رقت بھی پیدا نہیں ہوتی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ نماز میں دعا کرتے وقت جسم پر رونے کی حالت طاری کر لو روح پر خود رقت طاری ہو جائے گی۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔ یہی حالت دنیا کی ہے اگر دنیا کا امن برباد ہو جائے، دنیا میں طوفان برپا ہوں، لوگوں میں بے چینی اور پریشانی پھیلی ہوئی ہو تو دین کی اشاعت کے رستے بھی ساتھ ہی بند ہو جائیں گے۔ گویا دنیا کی اچھی حالت دین کی اچھی حالت کے لئے پیش خیمہ ہے اس لئے مؤمن کا اہم کام دنیا کی اصلاح ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا۔ (الاعراف ۵۷) انبیاءؑ کا نام مصلح ہوتا ہے کیونکہ وہ دنیا سے فساد و شر کو دور کرتے ہیں۔ انبیاءؑ کی بعثت اسی وقت ہوتی ہے جب دنیا میں فساد یا تو ظاہر ہو چکا ہو یا ہونے والا ہو اور وہ اصلاح کے لئے ہی مبعوث کئے جاتے ہیں۔ غرض دنیاوی معاملات سے کلی انقطاع ناممکن ہے جب کہ بنیاد اسلام کے

احکام پر ہو اسی وجہ سے بعض دنیاوی معاملات میں ہمیں دخل دینا پڑتا ہے۔ کئی نادان یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمیں دنیا سے کیا تعلق ہے ہم تو ایک مذہبی جماعت ہیں لیکن وہ نہیں سمجھتے کہ بے شک ہماری تمام توجہ دین کی اشاعت کی طرف ہی ہے لیکن دین کی اشاعت دنیا کے امن سے وابستہ ہے پس دنیا میں امن کے قیام کے لئے دنیاوی اصلاح کے لئے کچھ وقت ہمیں ضرور صرف کرنا چاہئے۔ اسلام نے دنیوی حکومتوں کے قوانین بیان کئے ہیں۔ اگر یہی قاعدہ ہوتا کہ دین اور دنیا کو آپس میں کوئی تعلق نہیں تو حکومت کے متعلق قرآن پاک میں کوئی احکام نہ ہوتے۔ لیکن حالت یہ ہے کہ اس میں ایسے ایسے لطیف امور دنیاوی حکومتوں کے متعلق بیان ہیں کہ دنیا کے بہترین اور عقلمندان کی برتری کا اعتراف کرتے ہیں۔ اس سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ دین اور دنیا کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

میں پچھلے سال شملہ گیا تو وہاں سابق گورنر صاحب پنجاب نے مجھے بلوایا اور یہ سوال کیا کہ میں ایک مذہبی آدمی ہوں مجھے دنیاوی امور میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ میں نے تمدنی تحریکات کیوں کیں۔ میں نے انھیں بتایا یہ بھی میرا ہی کام ہے کہ میں فیصلہ کروں کونسا کام دنیوی ہے اور کونسا دینی۔ گورنر صاحب کا یہ کام نہیں کہ مجھے بتائیں تمہاری فلاں تحریک دینی ہے اور فلاں دنیاوی۔ وہ خود اپنے متعلق فیصلہ کر سکتے ہیں مگر میں اپنے متعلق خود ہی فیصلہ کروں گا۔ میں جس چیز کے متعلق سمجھوں گا کہ اس کا اثر مذہب پر پڑے گا تو اس میں ضرور دخل دوں گا۔ غرض دین کے فائدہ کے لئے بعض دنیوی امور میں دخل دینا ضروری ہوتا ہے۔

پچھلے سال میں نے بعض تحریکات میں حصہ لیا تھا اور ان کے متعلق تفصیلاً ان کے اختیار کرنے کی وجوہات بھی بیان کی تھیں۔ معلوم ہوتا ہے گورنر صاحب کو ان سے واقفیت نہ تھی ورنہ وہ ایسا سوال نہ کرتے۔ اب پھر ایک موقع پیدا ہو گیا ہے جس کا اسلام کی ترقی کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔ اور وہ آئندہ حکومت ہند کا سوال ہے۔ سائمن کمیشن پھر ہندوستان آرہا ہے اور اس نے یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ہندوستان کی آئندہ حکومت کی کیا شکل ہوگی۔ اس موقع پر کانگریسی کمیٹی نے اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے بعض دوسرے لوگوں نے ایک کمیٹی بنائی جس کے صدر اور شاید سیکرٹری بھی پنڈت موتی لال صاحب نہرو تھے اور انہی کے نام کی نسبت سے اس کمیٹی کا نام نہرو کمیٹی ہؤا۔ اس کمیٹی نے ایک رپورٹ تیار کی ہے اور اس میں ایسی تجاویز پیش کی ہیں جن پر آئندہ حکومت کی بنیاد رکھنے کی صلاح دی ہے۔ اس میں مسلمانوں کی طرف سے سر

علی امام اور مسٹر شعیب قریشی شامل تھے۔ سر علی امام تو بوجہ بیماری صرف ایک ہی مجلس میں شریک ہو سکے اور شعیب قریشی صاحب کا بیان ہے کہ ان کی باتوں کی کوئی پرواہی نہیں کی جاتی تھی۔ اس میں ایسی تجاویز کی گئی ہیں کہ اگر مسلمان انھیں منظور کرلیں تو ان کی ہلاکت یقینی ہے۔ جو حالت ان کی سپین میں ہوئی تھی وہی یہاں بھی ہو سکتی ہے اور اگر انہوں نے ان تجاویز کو مان لیا تو ہو کر رہے گی۔ چونکہ کوئی مذہبی سلسلہ اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتا جب تک وہ ایسے گردو پیش میں نہ ہو جس میں ترقی کا امکان ہو اور چونکہ ان تجاویز پر عمل کرنے سے مسلمانوں کی ترقی کے جملہ راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور اس کا ہماری جماعت پر بھی برا اثر پڑتا ہے اس لئے جماعت احمدیہ کا فرض ہے کہ مسلمانوں کو اس کے متعلق سمجھائے اور آنے والے خطرات سے آگاہ کرے۔ گورنمنٹ بھی اونچی آواز سے ہی زیادہ ڈرتی ہے۔ ان کے ہاں چونکہ طرز حکومت ہی پارلیمنٹری ہے جس کے معنی ہی ملک کی آواز کے ہیں اور چونکہ ان کے ہاں طریق ہی یہ ہے کہ کثرت کی بات کو مان لینا اور قدرتی بات ہے کہ جتنا زیادہ شور مچایا جائے لوگ سمجھتے ہیں کہ اکثریت اسی طرف ہے۔ پس اگر ہماری جماعت نے دوسرے لوگوں کے ساتھ مل کر اس کے متعلق کوشش نہ کی تو گورنمنٹ حامیان رپورٹ کو کثرت خیال کرکے اس کی بہت سی باتوں کو تسلیم کرلے گی اور یہ اسلام کی ترقی کے راستہ میں ایک خطرناک روک ہوگی۔

میں نے اس رپورٹ کو بغور پڑھا ہے۔ اس میں صاف ایسی باتیں موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے بنانے والوں کی نیت نیک نہیں اور ابھی ان کے ذہن میں ایسی باتیں اور تجاویز ہیں جن سے اسلام کو نقصان پہنچایا جا سکتا ہے۔ گو ان میں سے بعض دیانت دار ہیں لیکن دیانت بھی تعصب کے پردہ میں چھپ جاتی ہے۔ میں ان کی دیانت پر حملہ نہیں کرتا لیکن باوجود اس کے میں کہتا ہوں کہ ان کے دل و دماغ پر تعصب کا پردہ پڑا ہوا ہے اس لئے وہ ان مضرت رساں باتوں کو جو ملک کے اتحاد کے لئے خطرناک ہیں کرگزرنے پر تیار ہیں۔

پس میں اس خطبہ کے ذریعہ جماعت کے دوستوں کو سوائے ان دوستوں کے جو گورنمنٹ کے ملازم ہیں کیونکہ ملازمین سرکار کا سیاسی معاملات میں حصہ لینا ناجائز ہے توجہ دلاتا ہوں کہ جس طرح راجپال کے مقدمہ کے وقت انہوں نے دوسرے لوگوں سے مل کر کمیٹیاں بنائی تھیں اسی طرح اب بھی ہر شہر اور ہر قصبہ بلکہ ہر گاؤں میں دوسرے لوگوں سے ملکر جلد سے جلد ایسی کمیٹیاں بنائیں جو نہرو کمیٹی کے خلاف جلسے کرکے لوگوں کو اس کی پیش کردہ تجاویز کے

بد اثرات سے آگاہ کریں اور اپنے مخالفین کو بھی دلائل سے قائل کر کے اپنے ساتھ ملانے کی کوشش کریں۔ وہ جلسے کریں ریزولیوشن پاس کریں اور ان کی نقلیں گورنمنٹ اور مسلم انجمنوں کو بھیجیں۔

مسلم لیگ بے شک ایک اہم سیاسی مجلس ہے اس کا احترام ہونا چاہئے لیکن اسے یہ حق کہاں سے حاصل ہو گیا کہ برادران یوسف کی طرح اپنے بھائیوں کو جس طرح چاہے فروخت کرتی پھرے۔ وہ یہ دعویٰ کسی صورت میں بھی نہیں کر سکتے کہ آٹھ کروڑ مسلمان اس کے غلام ہیں اور انہیں جہاں چاہے اور جس طرح چاہے دوسروں کے ہاتھ بیچ دے۔

میں جماعت کے دوستوں کو تاکید کرتا ہوں کہ وہ اس رپورٹ کے خلاف جلسے کریں اور ریزولیوشن پاس کر کے ان کی نقول لاہور اور کلکتہ کی مسلم لیگز، مقامی گورنمنٹ، گورنمنٹ ہند، سائمن کمیشن، تمام سیاسی انجمنوں اور پریس کو بھیجیں اور گورنمنٹ کو آگاہ کر دیا جائے کہ اگر ان تجاویز پر عمل کرایا گیا تو مسلمان یہی سمجھیں گے کہ ان کے حقوق کو بالکل نظرانداز کر دیا گیا ہے۔ اور یہ تحریک اس وقت تک جاری رہنی چاہئے جب تک ان باتوں کا فیصلہ نہ ہو جائے۔ میں نے اس کے متعلق ایک مضمون بھی لکھنا شروع کیا ہے جس کی ایک قسط "الفضل" میں شائع ہو چکی ہے اور دوسری بھی ایک دو دن تک شائع ہو جائے گی۔

چونکہ یہ رپورٹ انگریزی میں ہے اور ہر کوئی اسے پڑھ کر سمجھ نہیں سکتا اس لئے میں نے اس مضمون میں اس کا خلاصہ اور وہ حصہ جو اسلام سے تعلق رکھتا ہے نکال کر بتایا ہے کہ مسلم مطالبات کیا ہیں؟ کس وجہ سے ہیں؟ اور وہ جائز کس طرح ہیں؟ میرا منشاء ہے کہ بعد میں اسے کتابی صورت میں بھی شائع کر دیا جائے۔ اسے مطالعہ کرنے سے ہر مسلمان بغیر اس رپورٹ کو پڑھے موجودہ سیاسی حالات سے واقفیت حاصل کر کے اپنی رائے درست کر سکتا ہے بلکہ دوسروں کی رائے کو بھی درست کرنے کی اہلیت اس میں پیدا ہو سکتی ہے اس لئے دوستوں کو اس کی اشاعت میں بھی سرگرمی سے حصہ لینا چاہئے۔ اس مضمون کو خود پڑھنا اور یاد کرنا اور دوسروں کو پڑھانا اور یاد کرانا چاہئے۔ میں امید کرتا ہوں کہ جس طرح ہماری جماعت راجپال کیس کے وقت تمام مخالفتوں کو اپنے آگے بہاتی ہوئی نکل گئی تھی اسی طرح اگر اس وقت بھی کوشش کر کے وہ کامیاب ہو گئی تو یہ بھی یقیناً خدا تعالیٰ کا ایک فضل ہو گا۔

اگر آج کچھ لوگ ہماری مخالفت کریں گے تو یقیناً وہ کل اقرار کریں گے کہ ہم نے ان کو ایسا

قدم اٹھانے سے بچالیا جس کے بعد ہندو مسلمانوں میں کبھی اتحاد نہ ہو سکتا اور مسلمانوں کو تباہی اور بربادی سے بچالیا اور دونوں اقوام کے عقلمند لوگ ہماری تعریف کریں گے۔ اس رپورٹ کی مخالفت کے لئے مسلمانوں میں اور بھی تحریکیں زور و شور سے ہو رہی ہیں۔ لاہور میں ایک انجمن تحفظ حقوق المسلمین قائم ہے۔ بہت سے لیڈر بھی مقابلہ کر رہے ہیں لیکن چونکہ ان میں کوئی نظام نہیں اس لئے ان کی کوششیں اسی جگہ تک محدود رہتی ہیں جہاں وہ خود ہوتے ہیں دوسری جگہ کے لوگوں پر ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا۔ لیکن خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارا نظام ہے اس لئے ایک جگہ سے جو آواز اٹھتی ہے وہی پشاور سے لے کر آسام تک اور منصوری سے لے کر راس کماری تک ہر جگہ سے بلند ہوتی ہے اور سارے ملک میں شور بپا ہو جاتا ہے۔ ایسا نظام اگر انسان خود پیدا کرنے کی کوشش کریں تو سینکڑوں سالوں میں بھی نہیں کر سکتے لیکن اللہ تعالیٰ نے مأمور بھیج کر ہم پر احسان کیا کہ ایسا زبردست نظام منٹوں میں پیدا کر دیا۔ اور جو کام کروڑوں مسلمان سالہا سال میں نہیں کر سکتے تھے وہ خدا کے فضل سے ہم نے کئے ہیں۔ ہمارا مذہبی کام ساری دنیا میں پھیلا ہؤا ہے اور خدا نے ہمیں وہ کام کرنے کی توفیق دی ہے جس کا ۱/۱۰۰ حصہ بھی باقی تمام مسلمان نہیں کر سکے۔ قلیل التعداد سے اتنا کام لینا یہ خدا تعالیٰ کا ایک خاص فضل ہے اسی طرح ہم خدا کے فضل سے دنیاوی معاملات میں بھی بہت بڑا کام کر سکتے ہیں۔

پس میں جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اس نظام کو کام میں لا کر تحریک کریں تاکہ اس رپورٹ کے بد اثرات سے مسلمانوں اور گورنمنٹ کو متنبہ کیا جا سکے۔ گورنمنٹ نے چونکہ وعدہ کیا ہؤا ہے کہ مسلمانوں کے حقوق کو ان کی مرضی کے خلاف ضائع نہیں ہونے دے گی اور اس رپورٹ سے چونکہ مسلمانوں کا سراسر نقصان ہے اس لئے وہ ضرور توجہ کرے گی۔

میں امید کرتا ہوں کہ دوست جلد سے جلد اس کام کو شروع کر دیں گے اور دوسرے لوگوں سے مل کر کمیٹیاں بنائیں گے اور جلسے کر کے ایسے والنٹیئر تیار کریں گے جو ان دلائل کو جو اس کی مخالفت اور مسلمانوں کے مطالبات کی تائید میں ہیں سمجھ کر ہر جگہ اور ہر مقام بلکہ ہر مجلس میں اٹھتے بیٹھتے انہیں پیش کریں گے حتیٰ کہ ہر مسلمان ان سے آگاہ ہو جائے اور ان پر عمل کرے۔

پس اشتہاروں جلسوں الفضل کے مضامین اور پھر کتاب شائع ہو جانے کے بعد اس کے ذریعہ ایسے والنٹیئر تیار کر کے کمیٹیاں بنا کر جلسے کر کے اور ریزولیوشنوں کے ذریعہ سے سب

مسلمانوں کو اس کے بد اثرات سے متنبہ کر دیا جائے- اور تھوڑے عرصہ میں ہی ایسا مطلع پیدا کر دیا جائے جو اس غبار سے جو اس وقت اٹھ رہا ہے پاک و صاف ہو- میں اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں کہ چونکہ دنیاوی معاملات ہمارا اصل کام نہیں اور اس وجہ سے ان میں دخل دیتے ہوئے ڈر ہی لگتا ہے اس لئے ہمیں ایسے راستہ پر چلائے تاکہ ہمارا دین بھی محفوظ رہ سکے اور ہم دنیا کو بھی فائدہ پہنچا سکیں- اور جس طرح دین کے محسن قرار پائیں اسی طرح دنیا پر بھی احسان کرنے والے ہو سکیں-

(الفضل ۱۶/ اکتوبر ۱۹۲۸ء)